تفسیر جلالین

مولانا نورالرحمان ہزاروی
(ناظم تعلیمات جامعہ ندوۃ العلم کراچی)

وہ کتابیں اپنے آباء کی......'' کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور مآخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ مشہور تفسیر ''تفسیر جلالین '' کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ ——— (مدیر)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ تفسیر جلالین کی تالیف کرنے والے دو عظیم جلیل القدر ائمہ ہیں۔ایک امام جلال الدین محلیؒ اور دوسرے امام جلال الدین سیوطیؒ۔تفسیر کے تعارف سے پہلے دونوں حضرات کی مختصر سوانح حیات، علمی مقام ومرتبہ اور مآثر علمیہ قلمبند کیے جاتے ہیں، کہ کتاب کی قدر و قیمت اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس کے مؤلف کے علمی مقام ورتبہ سے ہی ہوتا ہے، پھر اصل تفسیر چونکہ امام جلال الدین محلیؒ کی ہے، امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس کا تکملہ لکھا ہے، نیز اول الذکر استاذ اور موخر الذکر شاگرد ہیں، اس لئے پہلے امام محلیؒ کے حالات زندگی قلمبند کیے جائیں گے۔ بعد ازاں امام سیوطیؒ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی جائیگی۔

امام محلیؒ کی سوانح حیات: امام محلیؒ جلیل القدر عالم، مفسر اور حد درجہ حمیت ایمانی سے سرشار ایک بے نظیر عالم تھے۔ ان کا نام، نسب، لقب اور نسبت محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم جلال الدین محلیؒ ہیں، لقب اور نسبت سے زیادہ مشہور ہیں، شافعی المسلک تھے۔مصر کے شہر ''المحلة الکبری ''میں ۷۹۱ھ کو ان کی ولادت ہوئی، ۸۶۴ھ کے پہلے دن ہی ان کا انتقال ہوا۔انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً چوہتر (۷۴) برس تھی۔

فقہ، اصول فقہ، علم کلام، نحو، منطق وغیرہ تمام ضروری فنون پڑھے اور اُن میں مہارت تامہ حاصل کی، فہم وذکاوت میں یکتائے روزگار تھے، ان کے بعض معاصرین ان کی تعریف میں یہاں تک کہتے تھے کہ ان کا ذہن اس قدر تیز تھا کہ ہیرے میں سوراخ کردے۔وہ خود اپنے بارے میں کہا کرتے تھے کہ اُن کا ذہن غلط بات کو قبول نہیں کرتا، البتہ وہ کوئی چیز زبانی یاد نہیں کر سکتے تھے، ایک بار انہوں نے کسی کتاب کا ایک جزء زبانی یاد کیا تو اُن کا پورا بدن حرارت سے بھر گیا۔سلفی المشرب تھے، اس ضمن میں وہ عدیم النظیر تھے، صلاح وتقویٰ کے اعلیٰ مقام ومرتبہ پر فائز تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اُن کا شعار تھا۔حق بات کہتے، اس سلسلے میں وہ ''لومة لائم ''سے ڈرتے نہ اُس کی پرواہ کرتے، بڑے بڑے ظالم وجابر حکمرانوں کے سامنے بھی حق بات کہنے سے گریز نہ کرتے تھے۔اس سلسلے میں وہ مصلحت کوشی سے کام نہ لیتے۔ انتہائی مستغنی رہتے۔

آپؒ کو ''قاضي القضاة'' کے عہدہ کی پیشکش کی گئی تو آپ نے اُسے ٹھکرا دیا۔ ''مدرسہ مؤیدیہ'' اور ''مدرسہ برقوقیہ'' میں فقہ پڑھاتے تھے۔ آپ نے تجارت کو ذریعہ معاش بنایا تھا۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے کبار اہل علم سے اکتساب فیض کیا۔ جن میں بدر محمود اقصرائیؒ، برہان بیجوریؒ، شمس بساطیؒ، علاء بخاریؒ جیسے اہل علم شامل ہیں، اُنہوں نے ایک جماعت سے حدیث کا سماع بھی کیا۔ اُنہوں نے کئی مفید کتابیں تصنیف کیں، جو اختصار، تنقیح اور سلاست عبارت کا اعلیٰ شاہکار ہیں۔ ان کی تصانیف نے لوگوں میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی، اُن میں سے چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں: ''شرح الورقات '' اور ''البدر الطالع في شرح جمع الجوامع ''۔ یہ دونوں کتابیں اصول فقہ میں ہیں۔ ''کنز الراغبين '' جو فقہ شافعی میں لکھی گئی کتاب ''المنهاج '' کی شرح ہے۔ '' الطب النبوي''، '' القول المفيد في النيل السعيد''، ''الأنوار المضية''، اور ''تفسير الجلالين '' کا تقریباً آدھا حصہ (حسن المحاضرة ۲۵۲/۱، شذرات الذهب: ۳۰۳/۷، الأعلام للزركلي: ۳۳۳/۵، الضوء اللامع: ۳۹/۷-۴۱)

امام سیوطیؒ کے حالات زندگی پر ایک نظر: امام سیوطیؒ بلند پایہ مفسر، جلیل القدر محدث، آسمانِ فن رِجال کے درخشندہ ستارہ تھے اور سرآمد روزگار عالم تھے، ان کی کنیت، نام، نسب، لقب اور نسبت ابو الفضل عبد الرحمن، کمال الدین، محمد جلال الدین سیوطی ہے۔ لقب اور نسبت سے زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے آباء واجداد بغداد میں مقیم تھے اور امام سیوطیؒ سے کم از کم نو پشت پہلے مصر کے ایک شہر ''أسيوط'' (جس میں ایک لغت ''سُيوط'' بھی ہے) میں آ کر آباد ہو گئے، اور اسی نسبت سے ''سیوطی'' کہلائے۔ (حاشية الجمل على الجلالين: ۵/۱)

ان کی ولادت یکم رجب ۸۴۹ھ بروز اتوار بعد نماز مغرب قاہرہ میں ہوئی، جہاں ان کے والد ''مدرسہ شیخونیہ'' میں فقہ کے استاد تھے۔ ۸۵۵ھ میں اُن کے والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ تب وہ پانچ برس سات ماہ کے تھے۔ ان کے والد نے ان کو ایک جماعت کی تحویل میں دے دیا تھا جن میں کمال بن ہُمام کا نام قابل ذکر ہے۔ اُنہوں نے اِس معصوم بچے کو اپنا متبنّیٰ بنا لیا اور اُن کی حفاظت وتربیت کا حق ادا کر دیا۔

آٹھ سال کی عمر میں اُنہوں نے قرآن کریم اور بہت سے متون زبانی یاد کر لئے، اُنہوں نے اپنے زمانہ کے نامور علماء اور ائمہ فن سے اکتساب فیض کیا۔ ان کے شاگرد علامہ داوُدیؒ نے اُن کے شیوخ کی تعداد، اکیاون (۵۱) بتائی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع میں تبحر سے نوازا۔ زرکلیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ''المنح البادية '' میں پڑھا کہ اُن کا لقب ''ابن الکتب'' تھا۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ اُن کے والد نے ایک مرتبہ اُن کی والدہ سے ایک کتاب لانے کو کہا، وہ کتب خانے کے پاس پہنچیں تو دردِزہ نے آ لیا اور وہیں کتابوں کے درمیان امام سیوطیؒ کی ولادت ہوئی، جس سے اُن کو ''ابن الکتب'' کہا جانے لگا۔ (الأعلام للزركلي: ۳۰۱/۳)

وہ فرماتے تھے کہ فقہ کے علاوہ باقی علوم میں وہ اپنے جملہ شیوخ سے فائق تھے۔ ان کے استاذ علامہ بلقینیؒ کی سفارش پر مدرسہ شیخونیہ میں مدرسِ فقہ کی حیثیت سے اُن کا تقرر ہوا۔ ان کے والد بھی اسی عہدے پر تھے۔ ۸۹۱ھ میں انہیں ایک

اہم مدرسہ بیبرسیہ میں منتقل کیا گیا۔ جہاں وہ ۱۵، ۱۶ سال تک تشنگان علوم دینیہ کی پیاس بجھاتے رہے۔ پھر ۹۰۶ھ میں بعض وجوہ کی بناء پر اُنہوں نے اِس مدرسہ سے علیحدگی اختیار کی، اور جزیرہ نیل کے ایک گوشہ "روضۃ المقیاس" میں خلوت نشین ہوگئے، اور وفات تک وہیں رہے۔

جیسا کہ اوپر گذر چکا کہ امام سیوطیؒ کو تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، بیان، بدیع، ادب، لغت، تاریخ، تصوف وغیرہ علوم وفنون میں انتہائی مہارت حاصل تھی اور اِن میں سے تقریباً ہر فن میں اِن کی کتاب موجود ہے، مگر علم تفسیر اور اس کے بعد علم حدیث اور اِس کے متعلقہ علوم سے اُنہیں خاص شغف اور لگاؤ تھا، وہ خود فرماتے تھے: "مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں، اگر مزید احادیث ملتیں تو اُنہیں بھی یاد کر لیتا"۔ قرآن کریم اور حدیث کی خدمت کا کوئی موقع اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس باب میں اُنہوں نے بیش بہا کتابیں تصنیف کیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) ترجمان القرآن في التفسير المسند للقرآن (۲) الدر المنثور فی التفسیر المأثور (۳) مفحمات الأقران في مبهمات القرآن (۴) لباب النقول في أسباب النزول (۵) تفسير الجلالين کا تکملہ (۶) مجمع البحرين و مطلع البدرين (۷) التحبير في علوم التفسير (۸) الإتقان في علوم القرآن (۹) معترك الأقران في اعجاز القرآن

علم حدیث اور اِس سے متعلقہ علوم میں بھی اُنہوں نے انتہائی مفید اور کارآمد کتابیں لکھیں، دیگر علمی فنون میں بھی اُنہوں نے شاہکار کتابیں تالیف کیں، ان کی تصانیف کی تعداد میں محققین کا اختلاف ہے۔ مستشرق محقق فلوگل (Flugel) نے اپنی کتاب "Wiener Gohrb" میں اِن کی تعداد پانچ سو اکسٹھ (۵۶۱)، مشہور مستشرق محقق بروکل مین نے چار سو پندرہ (۴۱۵)، استاذ جمیل بک نے "عقد الجواهر" میں پانچ سو چھہتر (۵۷۶) اور خیر الدین زِرکلی نے "الأعلام" میں تقریباً چھ سو (۶۰۰) بتائی ہے۔

خود امام سیوطیؒ نے "حسن المحاضرة" میں اپنی کتب کی تعداد تین سو (۳۰۰) بتائی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تعداد "حسن المحاضرة" کی تالیف کے وقت تحریر کردہ کتب پر مشتمل ہو اور مزید کتابیں اس کے بعد لکھی گئی ہوں۔ ان کے شاگرد علامہ داودیؒ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے پانچ سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ یہ کتب مشرق ومغرب میں پھیل گئیں اور عوام الناس میں اُن کو شرف قبولیت حاصل ہوا۔ وہ سرعت تصنیف میں عدیم النظیر تھے۔ ایک دن میں تین بڑے اجزاء تحریر کرلیا کرتے تھے۔ امام سیوطیؒ انتہائی متقی، صالح، صاحب کرامت، پاکدامن اور خوش اخلاق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں استغناء کی بے پناہ دولت سے نوازا تھا۔ کبھی سلطان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا، کسی ضرورت کے سلسلے میں کسی امیر یا وزیر کے دروازہ پر نہیں گئے۔ ایک مرتبہ سلطان غوریؒ نے اُن کیلئے بطور ہدیہ ایک ہزار دینار اور ایک غلام بھیجا، اُنہوں نے دینار واپس کر دیئے اور غلام قبول کر کے اُسے آزاد کر دیا اور حجرہ نبویہ علی صاحبها الصلوۃ والسلام میں اُسے خادم مقرر کر دیا۔ امراء اور وزراء اُن کی زیارت کیلئے آتے تھے اور ہدایا اور بخششیں دیتے جنہیں وہ رد کر دیتے۔ سلطان نے بارہا اُنہیں

دربار میں آنے کی دعوت دی مگروہ ہر بار انکار کردیتے۔

علوم نبویہ کا یہ آفتاب ۱۹ جمادی الاولی ۹۱۱ھ کو جمعہ کے دن بوقت سحر غروب ہوا۔انہیں زندگی کی کل چوسٹھ بہاریں دیکھنا نصیب ہوئیں، ان کی تدفین قاہرہ میں باب القرافہ کے باہر ''حوش قرصون'' میں ہوئی۔

راجع لحميع هذا:الكواكب السائرة : ۲۲٦/۱ ، شذرات الذهب : ۵۱/۸، آداب اللغة : ۲۲۸/۳، خزائن الكتب :ص۳۷، الضوء اللامع : ٦٠/٤ ، حسن المحاضرة :۱/ ۱۸۸ ، معجم المطبوعات : ص ۱۰۷۳۔

زیرتبصرہ کتاب ''تفسیر جلالین'': ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ ''تفسیر جلالین'' دو جلیل القدر ائمہ امام جلال الدین محلیؒ اور امام جلال الدین سیوطیؒ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔امام محلیؒ نے اس کی ابتدا کی ،مگر شومیٔ قسمت زندگی نے وفاء نہ کی اور تکمیل کیے بغیر انتقال کرگئے۔ان کی وفات کے تقریباً چھ سال بعد ۸۷۰ھ میں صرف چالیس دنوں میں امام سیوطیؒ نے اِس کا تکملہ لکھا۔تکملہ کی ابتدا اُنہوں نے یکم رمضان کو کی اور ۱۰ شوال کو فارغ ہوئے۔اُس وقت اُن کی عمر بائیس سال تھی (حاشية الحمل على الحلالين : ۷/۱)امام سیوطیؒ،امام محلیؒ کے شاگرد تھے(حاشية الحمل على الحلالين :٦٠٩/٤)

دونوں حضرات کے لکھے گئے حصّہ کی تعیین: رہا یہ سوال کہ امام محلیؒ نے کس حصّہ کی تفسیر کی ہے اور امام سیوطیؒ نے کس حصّہ کی؟ تو اِس بارے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ امام محلیؒ نے سورۃ الکھف سے لیکر آخر قرآن کریم تک کی تفسیر لکھی۔بعدازاں سورۃ الفاتحۃ کی تفسیر لکھنی شروع کی ،ابھی سورت ختم ہی کرپائے تھے کہ خالق حقیقی سے جاملے۔بعدازاں امام سیوطیؒ نے اس کا تکملہ لکھا۔چنانچہ اُنہوں نے سورۃ البقرۃ سے آغاز کرکے سورۃ الإسراء پر اختتام کردیا۔یوں یہ تفسیر مکمل ہوگئی۔پھر سورۃ فاتحہ کی تفسیر چونکہ امام محلیؒ کی تحریر کردہ تھی۔اِس لئے امام سیوطیؒ نے اسے اُن کی تفسیر کے آخر میں سورۃ الناس کے بعد رکھا تاکہ اُن کا تصنیف کردہ حصّہ علیحدہ رہے۔

صاحب ''کشف الظنون'' کا وہم: اس سلسلے میں حاجی خلیفہؒ کو وہم ہوا ہے چنانچہ اُنہوں نے ''تفسیر جلالین'' پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ معاملہ اِس کے بالکل برعکس ہے۔ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:"تفسير الحلالين من أوله إلى آخر سورة الإسراء للعلامة جلال الدين محمد بن أحمد المحلّي الشافعي المتوفى سنة ٨٦٤ھ، أربع و ستين و ثمان مئة ولمامات كمله الشيخ المتبحرّ جلال الدين عبدالرحمٰن بن أبي بكر السيوطيؒ المتوفى سنة ٩١١ ھ إحدى عشرة و تسع مئة ------------- و كان المحلّي لم يفسّر الفاتحة ، و فسرها السيوطيّ تفسيراً مناسباً " یعنی ''تفسیر جلالین از اول تا اختتام سورۃ الإسراء امام جلال الدین محلیؒ (متوفی ۸۶۴ھ) کی تصنیف ہے۔جب اُن کا انتقال ہوا تو امام جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) نے اِس کا تکملہ لکھا،امام محلیؒ

نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر نہیں لکھی تھی، بلکہ امام سیوطیؒ نے اِس کی تفسیر بھی لکھی"۔(کشف الظنون : ۲۳٦/۱)

حاجی خلیفہؒ سے یہاں دو وہم ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ اُنہوں نے از سورۃ البقرۃ تا اختتام سورۃ الاسراء کی تفسیر کو امام سیوطیؒ کا حصّہ قرار دیا ہے۔ جبکہ سورۃ الکھف تا آخر سورۃ الناس کی تفسیر کو امام محلیؒ کا حصّہ قرار دیا ہے۔ اور دوسرا وہم یہ ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر امام سیوطیؒ نے لکھی ہے۔

جہاں تک اُن کی پہلی بات کا تعلق ہے تو وہ اس لئے صحیح نہیں کہ خود امام سیوطیؒ نے سورۃ البقرۃ کی تفسیر سے پہلے مقدمہ میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اُنہوں نے اوّل سورۃ البقرۃ تا آخر سورۃ الاسراء کی تفسیر لکھی ہے۔ جب کہ باقی حصّے کی تفسیر امام محلیؒ نے لکھی ہے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ "هذا ما اشتدت إليه حاجة الراغبين في تكملة تفسير القران الكريم الذي ألفه الإمام العلامة المحقق جلال الدين محمد بن أحمد المحلي الشافعي رحمه الله وتتميم ما فاته ـ و هو مِن أول سورة البقرة إلىٰ آخرالإسراء ----------" یعنی "یہ ایسی کتاب ہے جس کی اُن کی لوگوں کو سخت ضرورت ہے، جو قرآن کریم کی اِس تفسیر کی تکمیل کے خواہشمند ہیں، جسے امام جلال الدین محلیؒ نے لکھا ہے، اور یہ اُن سے چھوٹے ہوئے حصّے یعنی از اوّل سورۃ بقرۃ تا اختتام سورۃ الاسراء کا تتمہ ہے"۔(تفسیر الجلالین :ص ۵)

اِسی طرح سورۃ الاسراء کی تفسیر کے اختتام پر اُنہوں نے فرمایا۔ "هذا آخر ما كملت به تفسير القرآن الكريم "یعنی" یہ قرآن کریم کی تفسیر (جو امام محلیؒ نے شروع کی تھی) کے تکملہ کا اختتام ہے"۔(تفسیر الجلالين : ص ۲۴۰)

اِسی طرح صاحب "كشف الظنون" کی یہ بات بھی صحیح نہیں کہ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر امام سیوطیؒ نے لکھی ہے۔ خود امام سیوطیؒ نے مقدمہ تفسیر میں امام محلیؒ سے چھوٹا ہوا حصّہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔"هو مِن أول سورة البقرة إلى آخرالإسراء."(تفسير الجلالين:ص ۵) اس عبارت سے بالکل صاف معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ البقرۃ تا آخر سورۃ الاسراء کی تفسیر امام محلیؒ سے رہ گئی تھی، باقی حصہ جس میں سورۃ الفاتحہ بھی شامل ہے کی تفسیر انہوں نے خود کی ہے، حاجی خلیفہؒ کے اس دعوے کی تردید شیخ سلیمان الجملؒ کی اس تصریح سے بھی ہوتی ہے:"وأمّا الفاتحة ففسرها المحليؒ،فجعلها السيوطيؒ في آخرتفسير المحليؒ لتكون متضمنة لتفسيره."یعنی"سورۃ الفاتحہ کی تفسیر امام محلیؒ نے لکھی ہے، پھر امام سیوطیؒ نے اِسے امام محلیؒ کے حصہ تفسیر کے آخر میں ملحق کر دیا تا کہ یہ ان کے حصہ تفسیر کے ضمن میں آ جائے"۔(حاشية الجمل على الجلالين : ۷/۱)

اسی طرح سورۃ الناس کی تفسیر کے اختتام پر انہوں نے لکھا:"فبعد أن ختم الجلال المحليؒ هذا النصف الأخير شرع فى تفسير النصف الأول وأوله سورة الفاتحة......ثم إنه لمّا فرَغ مِن سورة الفاتحة اخترمته المنية، فقيض الله تلميذه الجلال السيوطيؒ لتتميم تفسير شيخه ،فابتدأبأول سورة البقرة و ختم سورة الإسراء ." یعنی "نصف اخیر کی تفسیر سے فراغت پانے کے بعد امام محلیؒ نے نصف اول، جس کا آغاز سورۃ الفاتحہ

سے ہوتا ہے، کی تفسیر شروع کی، سورۃ الفاتحہ کی تفسیر سے وہ فارغ ہی ہوئے تھے کہ انتقال کر گئے۔ اس کے بعد ان کے شاگرد امام جلال الدین سیوطیؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شیخ کی تفسیر کے تکملہ کی توفیق دی۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ سے شروع کر کے سورۃ الاسراء پر ختم کر دیا"۔ (حاشية الجمل على الجلالين: ٦٠٩/٤) شیخ سلیمان الجملؒ کی اس عبارت سے حاجی خلیفہؒ کے دونوں دعووں کا بطلان روز روشن کی طرح آشکار ہے۔

تفسیر جلالین کا انداز وترتیب: تفسیر جلالین کا شمار اُن تفاسیر میں ہوتا ہے جو انتہائی مقبول، متداول، وسیع الانتشار اور کثیر النفع تفاسیر ہیں۔ اِس کے ساتھ ساتھ یہ ایک انتہائی مختصر ترین تفسیر ہے۔ مگر باوجود اختصار کے یہ فہم قرآن میں مخل نہیں، اختصار اور معنویت دونوں کا اس تفسیر میں خیال رکھا گیا ہے۔ اس میں ضرورت سے زیادہ کوئی ایسی بات نہیں جو فہم قرآن میں داخل نہ ہو۔ سورت وآیات کی تفسیر میں دونوں حضرات کا طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی سورت کی تفسیر شروع کرتے وقت متعلقہ سورۃ کا نام، اُس کی آیات کی تعداد اور اُس میں اختلاف اور سورت کے مکی یا مدنی ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں، اگر کچھ آیتیں مکی یا مدنی ہوں، نیز اس میں اگر اختلاف ہو تو اس پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔ مثلاً سورۃ الانعام کی تفسیر شروع کرنے سے پہلے امام سیوطیؒ نے فرمایا: "سورة الأنعام مكية، إلا وما قدروا الله الآيات الثلاث إلا قل تعالوا الآيات الثلث وهي مئة وخمس أوست وستون آية"، یعنی "سورۃ الانعام مکی ہے سوائے وما قدروا الله حقِ قَدرِهِ کی تین آیتوں اور قل تعالو اکی تین آیتوں کے کہ یہ چھ آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں، کل آیتیں ایک سو پینسٹھ یا ایک سو چھیاسٹھ ہیں۔ (تفسير جلالين: ص ١١١)

اسی طرح سورۃ الاعراف کی تفسیر شروع کرنے سے پہلے اُنہوں نے فرمایا: "سورة الأعراف مكية إلّا واسئلهم عن القرية، الثمان أو الخمس آيات، مئتان و خمس أوست ايات." یعنی سورۃ الاعراف مکی ہے سوائے واسئلهم عن القرية کی آٹھ آیتوں کے، کل آیتیں دو سو پانچ یا دو سو چھ ہیں۔ (تفسير الجلالين: ص ١٢٩)

اِس کے بعد آیات کی انتہائی مختصر اور جامع تفسیر اور مطلب بیان کرتے ہیں، صرف اتنی مقدار پر ہی اکتفاء کرتے ہیں جس سے آیت کا مطلب واضح ہو جائے۔ آیت کا شان نزول ہو تو اُسے بھی انتہائی مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً قول باری تعالیٰ: فما لكم فى المنفقين فئتين والله أركسهم بما كسبو ------ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ "ولمّا رجعَ ناس من اَحد اختلف الناس فيهم" فقال فريق: اقتلهم، وقال فريق: لا، فنزل فما لكم أي ماشأ نكم صرتم فى المنفقين فئتين فرقتين والله أركسهم ردهم ـ بما كسبوا من الكفر و المعاصى --------"، یعنی "جب کچھ منافقین لوگ (عبداللہ بن ابی اور اُس کے تین سو پیروکار) احد کی جنگ میں مدینہ منورہ سے کچھ دور جا کر واپس آئے تو صحابہ کرامؓ کے درمیان ان کی بابت اختلاف رائے ہو گیا، ایک گروہ نے کہا انہیں قتل کر دینا چاہیے۔ دوسرے نے کہا قتل نہیں کرنا چاہیے۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تم دو گروہ میں بٹ گئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ان کے کرتوتوں مثلاً معاصی اور کفر کے سبب

اوندھا کردیا ہے۔(تفسیر الجلالین : ص ۸۳)

اِسی طرح قولِ باری تعالیٰ :" قُل إن کنتم تحبّون الله ۔۔۔۔۔۔ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا:و نزل لمّا قالوا ما نعبد الأصنام إلّا حباالله لیقربونا إلیه : قل لهم یا محمد إن کنتم تحبّون الله فاتبعوني یحببکم الله بمعنی أنه یثیبکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "یعنی" یہود ونصاریٰ نے جب کہا ہم بتوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور اِن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے پوجتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی "اے محمد! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔یعنی تم کو ثواب دے گا۔(تفسیر الجلالین : ص ٤٦)

اس کے علاوہ آیات کی ایسی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے بالکل مربوط ہو جاتی ہیں۔آیت میں ظرف یا جار مجرور ذکر ہوا ہو اور اِس کا متعلق محذوف ہو تو وہ متعلق بھی بیان کر دیتے ہیں یا آیت میں معمول مذکور ہو اور عامل محذوف ہو تو اُسے بھی بیان کرتے ہیں۔فعل یا شبہ فعل کا معنیٰ مفعول مطلق یا ظرف کے بغیر تام نہ ہوتا ہو تو اُس محذوف مفعول،ظرف یا متعلق کو بھی ذکر کرتے ہیں یا شرط مذکور ہو اور اُس کی جزاء محذوف ہو یا اُس کا عکس ہو تو وہ محذوف جزاء یا شرط کو بھی ذکر کرتے ہیں۔آیت میں مذکور لفظ عام ہو اور اُس کا مصداق خاص ہو یا لفظ کے حقیقی معنی کچھ اور مرادی معنی کچھ اور ہوں تو اِس پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔ بقدرِ ضرورت مختلف قراءتوں، ناسخ منسوخ، آیت کے مفردات اور جملوں کی اعرابی حیثیت اور کبھی کبھار افعال ومشتقات کی صرفی تعلیل کو بھی بیان کرتے ہیں۔نیز کسی لفظ کی اصل بھی بسا اوقات بیان کرتے ہیں۔آیاتِ احکام میں مذکور فقہی مسائل پر بھی انتہائی مختصر انداز میں روشنی ڈالتے ہیں۔خود امام سیوطیؒ نے مقدمہ تفسیر میں جلالین کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

" علی نمطه من ذکر ما یفهم به کلام الله والاعتماد علی أرجح الأقوال ، وإعراب ما یحتاج إلیه، والتنبیه علی القراءات المختلفة المشهورة علی وجه لطیف و تعبیر وجیز و ترك التطویل بذکر أقوال غیر مرضیّة وأعاریب محلها کتب العربیة......

"یعنی" تفسیر کا یہ تکملہ امام محلیؒ کی لکھی گئی تفسیر کے طرز پر ہے۔اس میں صرف اُن ضروری امور کا بیان ہے جس سے کلام الٰہی کو سمجھنے میں مدد ملے۔تمام تفسیری اقوال میں جو راجح تر قول ہے اس پر اعتماد کیا گیا ہے۔بقدرِ ضرورت لفظ اور جملے کی ترکیبی حیثیت کی وضاحت اور مختلف مشہور قراءتوں پر تنبیہ کی گئی ہے، مرجوح اور ناپسندیدہ اقوال اور غیر ضروری اعرابی مباحث جن کا اصل مقام کتب عربیہ ہیں، سے بالکل اعراض کیا گیا ہے۔نیز ان امور کے بیان میں انتہائی اختصار سے کام لیا گیا ہے، بے جا تطویل سے احتراز کیا گیا ہے"۔(مقدمة تفسیر الجلالین : ص ٤)

تفسیر جلالین کا مرتبہ: تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن کثیر کے تعارف کے ذیل میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ تفسیری کتب سات اقسام سے خارج نہیں، اب تفسیر جلالین کس قسم میں داخل ہے۔تو تفسیر کے حقیقی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر جلالین

تفسیر بالرأی اور تفسیر بالمنقول دونوں کا حسین امتزاج ہے۔البتہ تفسیر بالرأی کا رنگ اِس پر غالب ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر حسین ذہبیؒ نے ''التفسیر و المفسرون''میں اسے اُن تفاسیر کے ذیل میں شمار کیا ہے، جو تفسیر بالرأی کے قبیل سے ہیں۔بعض حضرات نے تفسیری کتب کی ایک اور تقسیم بھی ذکر کی ہے۔اس تقسیم کے مطابق تفسیری کتب تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) اول نہایت مختصر اور وجیز جیسے تفسیر جلالین، کہ اس کے متن اور تفسیر کے الفاظ تقریباً برابر ہیں، اسی طرح علامہ ابن جوزیؒ کی'' زاد المسیر''واحدیؒ کی '' الوجیز''رازیؒ کی ''تفسیر واضح''اور ابو حیانؒ کی '' الشھیر''بھی اِس پہلی قسم میں داخل ہے۔

(۲) دوسرے اوسط درجے کی تفسیر جیسے قاضی بیضاوی کی''انوار التنزیل'' ''کشاف'' ''مدارك'' ''تفسیر قرطبی''وغیرہ۔

(۳) تیسرے مبسوط و مفصل جیسے امام رازیؒ کی تفسیر کبیر، تفسیر امام راغب اصفہانیؒ اور تفسیر العلامی کی چالیس جلدیں۔

اس کے علاوہ بعض حضرات نے ایک اور تقسیم بھی بیان کی ہے، جس کے مطابق کتب تفسیر تین اقسام کی ہیں۔

(۱) صرف روایات ونقلیات پر مشتمل ہو۔

(۲) صرف درایات وعقلیات پر مشتمل ہو۔

(۳) روایات، درایات دونوں کی جامع ہو۔ یہ تیسری قسم سب سے اعلیٰ ہے۔تفسیر جلالین کا اسی تیسری قسم میں شمار ہوتا ہے۔

دونوں حضرات کی تفسیری اسلوب و انداز میں یکسانیت: پہلے ہم عرض کر آئے ہیں کہ سورۃ فاتحہ سمیت نصف اخیر کی تفسیر امام جلال الدین محلیؒ کی تحریر کردہ ہے۔ یہ حصہ اُنہوں نے نہایت مختصر، دلکش اور عمیق عبارت میں تحریر کیا ہے۔ بعد ازاں امام جلال الدین سیوطیؒ اُن کے نقش قدم پر چلے اور اختصار اور معنویت میں ان سے سرِ مو اختلاف بھی نہ کیا۔ بلکہ اُنہوں نے اپنے پیش رو امام محلیؒ سے زیادہ اختصار کا اہتمام کیا، چنانچہ آگے ''لطیفہ'' کے عنوان کے تحت ہم اِس کا ذکر کریں گے، غرض اُنہوں نے تفسیر کو زیادہ وسعت نہ دی۔ اس لئے کہ انہوں نے تفسیر کو اسی طرز و انداز پر پایہ تکمیل تک پہنچانے کا التزام کیا تھا، جیسا کہ وہ خود مقدمہ میں واضح کرتے ہیں۔ امام سیوطیؒ نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تفسیر کے تکملہ میں اُنہوں نے امام محلیؒ کی تفسیر سے استفادہ کیا ہے، اسی طرح آیات متشابہات کی تفسیر میں بھی انہوں نے امام محلیؒ کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے۔ امام سیوطیؒ نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ امام جلال الدین محلیؒ کی تحریر کردہ تفسیر میری تفسیر سے مقابلہ میں بدرجہا افضل ہے۔ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:''وھو في الحقیقة مستفاد من الکتاب المکمَّل، وعلیه في الآي المتشابھة الاعتمادو المعوَّل.''(تفسیر الجلالین : ص ۲۴۰)

اس میں شک نہیں کہ تفسیر جلالین کا قاری دونوں ائمہ کی تحریر میں نمایاں فرق و امتیاز محسوس نہیں کر سکتا، اس کی حد یہ ہے کہ تفسیر قرآن کے مختلف گوشوں میں سے کسی گوشہ میں بھی کوئی مخالفت نظر نہیں آتی۔ البتہ بعض مقامات میں قدرے اختلاف محسوس ہوتا ہے، مگر ان کی تعداد دس تک بھی نہیں پہنچتی۔

ان میں سے ایک مقام یہ ہے کہ امام محلیؒ نے سورۃ صٓ میں ''روح'' کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ''جسم لطیف یحیی به الإنسان بنفوذه فیه.'' یعنی ''روح ایک لطیف جسم ہے، جس کے نفوذ کے باعث انسان زندہ ہے۔'' (تفسیر الجلالین: ص ۳۸٤) امام سیوطیؒ نے سورۃ الحجر کی تفسیر میں روح کی اس تعریف پر اعتراض کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: ''قل الروح من أمر ربي'' سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کا امر ہے، لہٰذا اس کی تعریف سے احتراز سے بہتر ہے۔ (تفسیر الجلالین: ص ۲۱۲)

اسی طرح سورۃ حج میں امام محلیؒ نے ''الصابئون'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''طائفة منهم''، یعنی یہ یہود کا ایک فرقہ ہے۔ (تفسیر الجلالین: ص ۲۸۰) امام سیوطیؒ نے سورۃ البقرۃ کی تفسیر میں اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: ''طائفة من الیهود أو النصاری''، یعنی ''یہ یہود و نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے'' (تفسیر الجلالین: ص ۱۱) امام سیوطیؒ نے یہاں ''نصاریٰ'' کا اضافہ کیا ہے۔ غرض یہ کہ دونوں مفسرین میں اس قسم کا معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔

لطیفہ! پہلے کئی بار یہ بات گذر چکی ہے کہ تفسیر جلالین انتہائی مختصر ترین تفسیر ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حاجی خلیفہؒ نے لکھا ہے کہ ایک یمنی عالم کہتے ہیں: ''عددت حروف القرآن و تفسیره للجلالین، فوجدتهما متساویین إلی سورة المزمّل، و من سورة المدثّر التفسیر زائد علی القرآن، فعلی هذا یجوز حمله بغیر الوضوء.'' یعنی ''میں نے قرآن کریم اور تفسیر جلالین کے حروف گنے تو سورۃ المزمل تک دونوں کو یکساں پایا اور سورۃ المدثر سے لے کر آخر قرآن تک تفسیر کے حروف زائد نکلے۔ بنا بریں اسے بغیر وضوء اٹھانا درست ہوگا۔'' (کشف الظنون: ۲۳٦/۱) اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام سیوطیؒ نے اپنے پیش رو کے مقابلہ میں اپنے حصّہ تفسیر میں اختصار کا زیادہ اہتمام کیا ہے۔ (جاری ہے)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خواب

چار رکعت کی نماز میں جب دوسری رکعت پر بیٹھتے ہیں تو صرف التحیات پڑھی جاتی ہے درود نہیں پڑھا جاتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے دوسری رکعت کے قعدہ میں التحیات کے بعد اللهم صلی علی محمد تک پڑھ لے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، اس کے متعلق امام صاحب کا ایک لطیفہ منقول ہے، اور وہ یہ کہ: ''ایک مرتبہ امام صاحب نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: ''جو شخص مجھ پر درود پڑھے تم اس پر سجدہ سہو کو کیسے واجب کہتے ہو؟'' امام صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا ''اس لیے کہ اس نے آپ پر درود بھول کر پڑھا ہے''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام صاحب کے اس جواب کو پسند فرمایا۔

(مراسلہ: ابوالفضل)